ذبح عظیم کی تفسیر اور درود شریف کے ورد کی تلقین

(خطبہ عید الاضحیہ فرمودہ ۲۶/ اگست ۱۹۸۵ء بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ، انگلستان)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۴﴾ ۚ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۵﴾ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۷﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ۖ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۱۰﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۰۰-۱۱۱)

اور پھر فرمایا:

یہ سورۃ الصّٰفّٰت کی جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے اکثر عید الاضحیہ کے موقع پر ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔ چونکہ انگلستان میں پیدا ہونے والی نئی نسلیں زیادہ تر قرآن کریم کے ترجمہ سے واقف نہیں ہیں اس لئے میں ان آیات کا ترجمہ بھی پڑھ کر سناتا ہوں۔

وَقَالَ یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے کہا اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ یعنی قوم کے ظلم سے تنگ آکر انہوں نے یہ اعلان کیا کہ میں تو اپنے رب ہی کی طرف جاتا ہوں وہی میری ہدایت فرمائے گا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور ساتھ ہی دعا کی رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اے اللہ! مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما یعنی صالح اولاد عطا فرما۔ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ اس موقع پر ہم نے اسے ایک حلیم مزاج کے بیٹے کی خوشخبری عطا فرمائی۔ پس جب وہ اس قابل ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ یعنی اپنے باپ کے ساتھ دوڑ پھر کر ان کے کاموں میں مدد کر سکتا ہو، اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچے کو مخاطب کر کے فرمایا اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ کہ میں تو خواب میں یہ دیکھتا ہوں کہ گویا میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس اے میرے بچے! تیرا کیا خیال ہے؟ حضرت اسماعیلؑ نے عرض کی کہ اے میرے باپ! آپ کو تو وہی کرنا چاہئے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اور جہاں تک میرا فکر ہے آپ کو سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ آپ یقیناً مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پس جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کی رضا مندی حاصل کر لی اور زبردستی قربانی کو اپنے بیٹے پر نہیں ٹھونسا تب حضرت ابراہیمؑ نے انہیں پیشانی کے بل لٹایا تا کہ انہیں خواب کے مطابق ذبح کر سکیں۔ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ اس وقت ہم نے ابراہیم کو آواز دی کہ اے ابراہیم قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تو تو اپنی رؤیا پوری کر چکا ہے اب کیا کر رہا ہے؟ رؤیا کا جو مفہوم تھا وہ تو تُو پہلے ہی پوری کر چکا ہے۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اب تو تیری جزا کا زمانہ ہے اور اسی طرح ہم سب احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ یہ تو ایک بڑی کھلی کھلی آزمائش تھی جس سے تو گزرا ہے اور ہرگز مراد یہ نہیں تھی کہ تو اپنے بیٹے کو ظاہری طور پر قربان کر دے۔ یعنی یہ مفہوم ہے۔ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ہم نے ابراہیمؑ کے بیٹے کو ایک ذبح عظیم کا فدیہ دے کر چھڑا لیا۔ ذَبْحٌ کہتے ہیں گردن کاٹنے کو اور ذِبْحٌ کہتے ہیں اس قربانی کو جس کی گردن کاٹی جائے۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور آخرین میں ہم نے اس کے لئے ایک ذکر چھوڑا، ایک دعا چھوڑی۔ وہ کیا تھا؟ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ کہ ہمیشہ بعد میں آنے والے یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم! تجھ پر سلامتی ہو، اے خدا ابراہیم پر سلامتی بھیج۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اسی

طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور یہ جزا کی جو تکرار ہے اس کا تعلق آخرین سے ہے یعنی اس وقت جو جزا خدا نے ان دونوں کو دی باپ اور بیٹے کو وہ وہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ ایک جاری رہنے والی جزا تھی بعد کے زمانہ میں، آخرین میں یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے سے پھر ان پر درود پڑھے جانے تھے اور یہاں اٰخرین نہیں فرمایا بلکہ اٰخِرین فرمایا ہے کیونکہ اٰخَرین عموماً محاورے کے طور پر آنحضرت ﷺ کے دور اخروی سے تعلق رکھنے والا زمانہ ہے جسے اٰخرین کا زمانہ کہتے ہیں قرآن میں بھی اسے اٰخرین کا زمانہ فرمایا گیا اور احادیث نبویؐ میں بھی اسے اٰخرین کا نام دیا گیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اٰخَرین نہیں فرمایا کہ توجہ رسول اکرم ﷺ کے دور ثانی کی طرف منتقل نہ ہو بلکہ دور اول آنحضرت ﷺ جنہوں نے بعد میں آنا تھا حضرت ابراہیمؑ کے اس زمانے میں جو درود کا سلسلہ شروع ہونا تھا یہاں اس کا ذکر ملتا ہے۔

مفسرین نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے دو لحاظ سے اپنے آپ کو بہت الجھن اور مشکل میں پایا۔ ایک ذِبحِ عظیم کی بحث کہ یہ ذِبحِ عظیم کیا تھا؟ اور دوسرا قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا کی بحث۔ مفسرین کی توجہ اس طرف ضرور گئی ہے کہ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت ابراہیمؑ رؤیا کی تعبیر پوری فرما چکے تھے اور اس پر عمل کر چکے تھے۔ اگر اس پر عمل کر چکے تھے تو پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ دوبارہ پھر شروع کر دیا؟ اور اگر اس کا تعلق اس سے ہو قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تو اس کا تو یہ مطلب ہے کہ تم ذبح کر چکے ہو حالانکہ ذبح نہیں کیا تھا۔ تو اس الجھن میں وہ پھنس گئے۔ (ابن کثیر زیر آیت قد صدقت الرؤیا) اور دوسرے ذِبحِ عظیم سے کیا مراد ہے؟ اور اصل الجھن کی وجہ یہ بنتی ہے ان کے لئے کہ اگر ذبح سے مراد مینڈھا لیا جائے جیسا کہ روایات میں ملتا ہے کہ ایک مینڈھا بھی اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذبح کیا لیکن اسے ذبح عظیم کیوں فرمایا گیا؟ جب فدیہ دیا جاتا ہے تو اعلیٰ چیز کا ادنیٰ چیز سے فدیہ دیا جاتا ہے اور اس کی گردن آزاد کروائی جاتی ہے۔ اعلیٰ چیز کو ادنیٰ چیز پر قربان نہیں کیا جاتا اس لئے مینڈھے کو عظیم کیوں فرمایا جبکہ عظیم تو حضرت اسماعیلؑ تھے جن کی گردن مینڈھے کو ذبح کر کے آزاد کروائی گئی اگر وہی مینڈھا مراد ہے؟ اس عظیم نے ان کو بہت ہی مشکل میں اور عظیم مشکل میں ڈال دیا۔ چنانچہ ایسی عجیب و غریب روایات ان دو الجھنوں کے نتیجہ میں پھر اسلامی تفسیر میں رواج پا گئیں کہ جب آج آپ ان کو

پڑھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیسے بڑے بڑے علماء نے بھی ایسے عجیب قصوں کو جگہ دے دی قرآن کریم کی تفسیر میں۔ لیکن وہ لوگ مجبور تھے، بعض باتوں کا ان کو علم نہیں تھا اور زمانہ بھی اسی قسم کا تھا کہ عجیب وغریب قصوں کو بغیر کسی سوال کے قبول کر لیا جاتا تھا۔

بہرحال جو مختلف روایات اہم تفاسیر میں ہمیں ملتی ہیں ان کی رو سے یہ قصہ یوں بنتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مینڈھا ذبح کیا وہ عظیم اس لئے کہلایا کہ وہ زمین کا مینڈھا نہیں تھا وہ آسمان سے اتارا گیا تھا اور خود خدا نے اسے نازل فرمایا تھا، ایک وجہ یہ بیان کی گئی۔ ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ نبی باپ اور نبی بیٹا وہ جو بھی قربانی کریں وہ عظیم ہوگی، اس نقطہ نگاہ سے بھی وہ عظیم کہلایا۔ ایک یہ بھی کہا گیا کہ دراصل اس کی عظمت اس بات میں ہے کہ مینڈھے کی چالیس بہاریں اس نے جنت کی دیکھی ہیں اور چالیس سال جنت میں یہ چرا ہے۔ اول تو چالیس سال تک جنت کا گھاس چر کر ویسے بھی اس نے موٹا تازہ اور فربہ ہونا ہی تھا اور پھر جنت کی گھاس چرا ہوا مینڈھا تو عظیم ہی کہلائے گا بہرحال۔ اور ایک یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دراصل یہ ہابیل نے یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہابیل نے جو قربانی پیش کی تھی اور وہ قبول کر لی گئی تھی یہ وہی مینڈھا ہے گویا پندرہ سو سال تک یہ پلا ہے اور اس عرصہ میں جتنا عظیم ہو چکا ہوگا اس کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنا ہو گیا ہوگا؟ اور یہ روایت بیان کر کے مفسر لکھتے ہیں کہ اب تو بات ظاہر ہوگئی کہ عظیم کیوں کہا گیا؟ کتنا بڑا ہو گیا ہوگا؟ عام مینڈھا دو چار سال کی پرورش میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے اور یہ تو پندرہ سو سال یا کچھ زائد کا زمانہ چر چکا ہے۔ بڑی مشکل میں پڑ گئے۔ کچھ سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ ہو کیا رہا ہے لیکن مجبور تھے قرآن کریم پر ایمان مطلق تھا اور کامل تھا اور جہاں الجھن میں پڑتے تھے اس کو حل کرنے کی کوشش کرتے تھے اُس زمانے کی ان روایات سے جو ان تک پہنچتی تھی اور تقویٰ کے ساتھ یہ کام کرتے تھے۔ (الدرالمنثور زیر آیت وفدینٰہ بذبح عظیم)

آپ کو اس لئے تعجب ہوتا ہے کہ آپ ایک روشنی کے زمانے میں آنکھیں کھولے ہوئے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے زمانے پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی بے انتہا روشن زمانہ نظر آتا ہے۔ درمیان کی جو راتیں گزری ہیں آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اصل وہ زمانہ تھا جہالت کا اور بڑے بڑے علماء تک بھی وہ باتیں نہیں پہنچ سکتی تھیں جو آج ایک عام چھوٹے سے بچے تک بھی پہنچ جاتی ہیں اس لئے ان پر کسی قسم

کے تمسخر کا سوال نہیں۔ بڑے بڑے بزرگ اور خدا تعالیٰ سے محبت کرنے والے لوگ تھے، بڑی خدمتیں کی ہیں انہوں نے اسلام کی لیکن مجبوریاں تھیں ان کی بے اختیاریاں تھیں اور ایک بے اختیاری سب سے بڑی یہ تھی کہ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ان تک پہنچی اور وہ اس کو سمجھ نہ سکے۔ حضرت ابن عباسؓ کا مقام مفسرین میں ایک بہت ہی عظیم الشان مقام ہے کیونکہ خود حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے آپؓ کو دعا دی تھی کہ اے بچے! تجھے اللہ تعالیٰ فہم قرآن عطا فرمائے۔ (صحیح بخاری کتاب العلم باب قول النبی ﷺ اللھم علمہ الکتاب) اور بلاشبہ آپؓ کی تفاسیر بہت ہی گہری حکمت کا خزانہ ہیں لیکن اتنی لطیف باتیں آپؓ کرتے تھے، ایسے باریک اشارے رکھتے تھے چھوٹی سی بات میں بڑا مضمون بیان فرما دیتے تھے کہ ظاہر پرستی کا جب زمانہ آیا ہے دو چار سو سال کے بعد ظاہر پرستی کا تو نہیں کہنا چاہئے مگر نسبتاً کم روشنی کا زمانہ آیا ہے تو ان اشاروں کو اور ان باریک حکمتوں کو سمجھنے کی بجائے مفسرین نے ان کو ظاہر پر محمول کر لیا مثلاً یہی روایت کہ ہابیل، حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے جو قربانی پیش کی تھی یہ وہی ہے۔ اس کو وہ سمجھ نہیں سکے۔ یہ ابن عباسؓ کی روایت ہے، حضرت ابن عباسؓ کی مراد یہ تھی کہ ہابیل کی قربانی تقویٰ کی وجہ سے قبول ہوئی تھی جس کو قرآن کریم کھول کر بیان کر رہا ہے اور حضرت ابن عباسؓ یہ وہم بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی ظاہر پر محمول کر لے گا اس مضمون کو۔ مراد یہ تھی کہ وہ تقویٰ کی قربانی جس کا آغاز ہابیل سے ہوا اسی سنت کو دوبارہ ابراہیمؑ نے بڑی شان کے ساتھ جاری کیا اور اس کا اصل مفہوم حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا یہ بنتا ہے کہ ہابیل نے بھی زندگی وقف کی تھی، تمام عمر اپنے وجود کو خدا کے لئے پیش کر دیا تھا اور چونکہ وہ تقویٰ کے ساتھ پیش کیا گیا تھا خدا نے اسے قبول فرما لیا اور پھر زندگی بھر وہ خدا کی راہ میں وقف رہا۔ تو اگر وہ مینڈھا تھا تو پھر یہ بھی مینڈھا ہے اور خدا کی راہ میں ذبح ہونے والے مینڈھے ایسے ہوا کرتے ہیں۔ (الدرالمنثور زیر آیت وفدینٰہ بذبح عظیم)

یہ اشارہ تھا حضرت ابن عباسؓ کا جسے یہ سمجھ نہیں سکے اور ابن عباسؓ ہی کی ایک اور روایت اس مضمون کو کھولتی ہے اور اسے بھی یہ نہیں سمجھ سکے اور ان دونوں روایتوں میں حضرت ابن عباسؓ منفرد ہیں۔ یہ عجیب ہے حیرت انگیز بات کہ ہابیل کی طرف اشارہ کرنا بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی مفسر، کسی راوی، کسی صحابی یا تابعی کی طرف منسوب نہیں ہوتا اور یہ دوسری روایت بھی سوائے حضرت ابن عباسؓ کے اور کسی کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک مینڈھا نہیں دو مینڈھے ذبح کئے تھے اور ساری تاریخ، یہود کی روایات اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ دو مینڈھے نہیں تھے ایک ہی مینڈھا تھا اور یہاں بھی ایک ہی مینڈھے کا ذکر ذبح عظیم میں ذکر چل رہا ہے۔تو حضرت ابن عباسؓ کی طرف وہ سمجھتے تھے کہ غلط روایت منسوب ہوگئی ہوگی حالانکہ حضرت ابن عباسؓ اسی ہابیل والے مضمون کو کھول رہے تھے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹے تھے دونوں ہی آپ نے قربان کر دیئے تھے خدا کی راہ میں۔ ذبح عظیم حضرت اسماعیلؑ ہی کہلائے لیکن دوسرے بیٹے کو بھی نہ بھولنا وہ بھی خدا کی راہ میں۔حضرت ابراہیمؑ نے خود اپنے ہاتھ سے دیا تھا۔تو چونکہ نہایت ہی لطیف تفسیر کرنے والے تھے اور جس زمانے میں وہ روایات پہنچی ہیں وہ زمانہ موٹا ہو چکا تھا، اتنا باریک فہم کا زمانہ نہیں رہا تھا۔کہاں آنحضرت ﷺ کا روشنی کا زمانہ اور آپؐ سے ہدایت پا کر اور آپؐ کی دعا کے نتیجہ میں تفسیر کرنے والا ایک مقدس وجود اور کہاں بعد میں آنے والے علماء خواہ ان کا کتنا ہی بڑا مرتبہ ہو۔

تو یہ دو باتیں نہ سمجھنے کے نتیجہ میں یہ ساری الجھنیں پیدا ہوگئیں اور باقی جتنی روایات ہیں یہ یہود اور اسرائیل کی روایات ہیں جو پھر انہوں نے قبول کرنی شروع کر دیں۔ بنیاد مینڈھے کے تصور کی بعض صحیح روایات میں سے نکلی اور پھر اس کے اردگرد تانا بانا بُنا گیا اور یہاں تک عجیب وغریب روایات پھر راہ پا گئیں کہ ایک مفسر لکھتے ہیں کہ یہ مینڈھا خود حضرت جبرائیل لے کر نیچے اترے تھے اور جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مینڈھا دیکھا تو آپ نے تکبیر کہی، اللہ اکبر کہا اور پھر حضرت اسماعیلؑ نے بھی اللہ اکبر کہا، پھر حضرت جبرائیل نے بھی اللہ اکبر کہا پھر مینڈھے نے بھی اللہ اکبر کہا تب وہ جا کر ذبح کیا گیا۔صرف حضرت حسنؓ ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ مینڈھا اور کہیں سے نہیں آیا تھا، ایک ظاہری نشان تھا یہ قربانی کا جو اسی جنگل میں، صحرا کا مینڈھا تھا وہاں جھاڑیوں میں پھنس گیا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کے تصرف کے تابع حضرت ابراہیمؑ کو دیا گیا۔ (الدرالمنثور زیرآیت قد صدقت الرؤیا)

تو یہ تو درست ہے۔ یہ روایات سے ثابت ہے کہ ایک مینڈھا ضرور ذبح کیا گیا ہے لیکن قرآن کریم اس مینڈھے کو عظیم نہیں کہہ رہا۔ یہ بھی قطعی بات ہے اور قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا کا مضمون اس مضمون کو کھول رہا ہے اور وہ آیت اس آیت کی مدد کر رہی ہے۔فرمایا جو ذِبْحٍ عَظِيمٍ حضرت ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو بے آب و گیاہ جنگل میں قربانی کے طور پر چھوڑا تھا، حضرت ابراہیمؑ کا

اسماعیلؑ کو لا کر ایک ایسے جنگل بیابان میں چھوڑ دینا جہاں اس وقت گھاس کا تنکا بھی موجود نہیں تھا، کوئی پانی نہیں تھا، کوئی کھانے کا انتظام نہیں تھا اور خدا پر توکل کرتے ہوئے کامل یقین کے ساتھ اور اس عزم کے ساتھ کہ اگر مارے بھی جائیں میری بیوی اور بیٹا تب بھی میں نے اپنی رؤیا کو پورا کرنا ہے اور یہ قربانی تھی جو ذبح عظیم تھی تو وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ سے مراد یہ ہوگی کہ چھوٹی قربانی قبول کرنے کی بجائے ہم نے بڑی قربانی قبول کر لی اور چونکہ پہلے ہی قبول کر بیٹھے ہیں اس لئے ہم نے کہا کہ اب تو اس قربانی کے معنی کوئی نہیں ۔ہم ذبح عظیم جو قبول کر چکے تھے تو اس چھوٹے ذبح کی بات کیوں کرتے ہو؟ یعنی عمر بھر خدا کی راہ میں وقف ہونا اور انتہائی مشکلات کو دیکھنے کے باوجود ان سے غافل ہو کر نہیں، معلوم کر کے کہ یہ یہ دکھ آنے ہیں وقف کی راہ میں پھر وقف کو قبول کر لینا اور ہمیشہ اس پر تا حیات قائم رہنا یہ اللہ کے نزدیک ذبح عظیم ہے، ایک تفسیر اس کی یہ بنتی ہے۔

مفسرین نے ذبح عظیم میں عظمت کے لفظ سے لمبے زمانے کی طرف بھی توجہ کی یعنی ان کا دھیان لمبے زمانے کی طرف منتقل ہوا چنانچہ انہوں نے کہا کہ مینڈھے کی عظمت اس بات میں تھی کہ ماضی میں چالیس سال رہا یا ماضی میں پندرہ سو سال رہا۔ زمانے سے عظمت تو ضرور پیدا ہوتی ہے لیکن وہ یہ بات بھول گئے کہ آئندہ زمانے کی طرف اشارہ تھا نہ کہ گزشتہ زمانے کی طرف۔ ایک ایسے ذبح عظیم کی طرف بھی اس میں اشارہ تھا جو آئندہ ہونے والا تھا اور بہت لمبے زمانے تک اس ذبح عظیم نے باقی رہنا تھا یعنی معنوی طور پر ایک ایسی قربانی کا سلسلہ شروع ہونا تھا جس نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے لے کر یوم آخرت تک باقی رہنا تھا۔ پس وہ ذبح عظیم ہے، پہلا ذبح عظیم حضرت اسماعیلؑ بنتے ہیں اور اس کے بعد دوسرا ذبح عظیم آخرین میں آنحضرت ﷺ اور پھر آپؐ کے متبعین کا زمانہ ہے جس میں زندگی بھر کی قربانیاں بکثرت پیش کی جانی تھیں اور یہ زمانہ نہ ختم ہونے والا ہے۔

پس اس مضمون پر نظر ڈال کر ہمیں ایک یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ ہم درود شریف میں حضرت ابراہیمؑ کا نام کیوں لیتے ہیں؟ اور کسی نبی کا نام نہیں لیا جاتا، حضرت موسیٰؑ بھی بہت عظیم نبی تھے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم نے بڑی عزت اور پیار سے یاد کیا ہے اور بڑے بڑے انبیاء ہیں جن کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو درود کے لئے خالص کر لینا چن لینا تمام انبیاء کا نام چھوڑ کر اس میں کیا حکمت ہے؟ اس کا علم بھی انہی آیات سے ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ﴿۱۱۰﴾ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ہم نے ابراہیمؑ کی اس قربانی کو اس محبت اور پیار سے دیکھا، اس طرح قبول فرمایا کہ ایک دفعہ صرف جزا نہیں دی، تھوڑے وقت تک کی جزا نہیں دی بلکہ خدا نے جو اس پر سلامتی بھیجی وہ سلامتی اٰخِرین میں اس کے لئے باقی رکھی گئی اور نہ ختم ہونے والے زمانے تک مسلسل ہمیشہ ہمیش کے لئے لوگ جب محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجیں گے تو ابراہیمؑ پر بھی سلام بھیجا کریں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جن قربانیوں کا ہجوم ہونا تھا، بے پناہ قربانیاں دی جانی تھیں ان کا آغاز اسماعیلؑ کی اور ابراہیمؑ کی قربانی سے ہوا ہے۔ کیونکہ گہرا تعلق ہے اس کا اس لئے ان کا بھی نام چنا گیا ہے سلامتی بھیجنے کے لئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیشگی کی جو قربانی زندگی بھر کی قربانی ہے یہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اچانک پیدا ہونے والی قربانی اور اچانک ختم ہو جانے والی قربانی سے بہت زیادہ بڑا مرتبہ رکھتی ہے کیونکہ جسمانی طور پر ذبح ہونے کو ادنیٰ فرمایا اور لمبا عرصہ تک، زندگی بھر خدا کی راہ میں اپنے آپ کو پیش کرنے کو ذبح عظیم فرمایا اور فرمایا ذبح عظیم کے ذریعہ ہم نے اس کا فدیہ دے دیا یعنی جان بچائی کیونکہ اس سے زیادہ عالی شان قربانی اس سے زیادہ خدا کی نظر میں وقعت رکھنے والی قربانی وہ بچہ پیش کر چکا تھا اور اس کا باپ پیش کر چکا تھا۔ تو اس سے ہمیں درود میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی حکمت بھی سمجھ آ گئی اور ان کی آل کی حکمت بھی سمجھ میں آ گئی لیکن یہ مضمون ابھی یہاں ختم نہیں ہوتا۔

کما کا لفظ بھی اس سے حل ہو گیا۔ لوگ تعجب کیا کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر مرتبہ کے لحاظ سے تو بہت زیادہ خدا کے فضل نازل ہوئے ہیں اور آپؐ کی آل پر مرتبے کے لحاظ سے اور کثرت کے لحاظ سے بھی ہر گزشتہ نبی سے زیادہ خدا کے فضل اور رحمتیں نازل ہوئی ہیں تو یہ کہنا کہ جیسے ابراہیمؑ پر کیا تھا رسول اللہ ﷺ پر بھی کر دے، یہ سمجھ نہیں آ رہی بات۔ عجیب بات ہے اس سے تو بظاہر نعوذ باللہ من ذٰلک آنحضرت ﷺ کی تخفیف ہوتی ہے کہ آپؐ تو خدا کے سب سے بڑے فضلوں کے وارث، آپؐ کی خاطر کائنات پیدا کی گئی، آپؐ سید ولد آدم اور جب دعا مانگتے ہیں آپؐ کے لئے تو کہتے ہیں جیسے ابراہیمؑ پر تو نے کیا تھا ویسے کر دے۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت زیادہ فضل پہلے ہی ہو چکے ہیں رسول کریم ﷺ پر۔ تو یہاں **کـمـا** مرتبہ کے اظہار کے لئے نہیں آیا بلکہ قربانی کی نوعیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آیا ہے کہ اے اللہ! ویسی سلامتی بھیج جیسے تو نے ابراہیمؑ پر بھیجی

تھی یعنی اسے ایک عظیم الشان قربانی کی توفیق بخشی تھی اور زمانے کے لحاظ سے چونکہ وہ پہلے تھے اس لئے فرمایا کہ ان قربانیوں کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کی امت میں بھی ہمیشہ جاری رہے۔ تو سلامتی کے مضمون کو کھولنے کے لئے اللہ کی رحمتیں کیوں نازل ہو رہی ہیں؟ اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے **کما** کا لفظ رکھا کہ جس طرح ابراہیمؑ پر تو نے قربانیوں کی وجہ سے رحم فرمایا تھا سلامتی بھیجی تھی اسی طرح آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی امت کی عظمتیں ہمیشہ قربانیوں کے ساتھ وابستہ رہیں اور عظیم تر قربانیوں کی ان کو توفیق عطا فرماتا چلا جا۔ پس یہاں برابری نہیں ہوتی بلکہ نوعیت درود کی کیا ہے اسے سمجھایا گیا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس لحاظ سے امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی امت کو اول دور میں بھی اور آخر دور میں بھی **کـــمـــا** کا ایسا حق ادا کرنے کی توفیق ملی ہے کہ اس کے مقابل پر جب ہم وہ قربانی دیکھتے ہیں تو وہ بالکل منفرد سی اور بے معنی سی، چھوٹی سی ہو کے دکھائی دینے لگتی ہے۔ ایک اسماعیلؑ کی بجائے ہزار ہا اسماعیل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا کئے گئے اور ایک ذبح عظیم کی بجائے لکھوکھہا ان گنت ذبح عظیم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا کئے گئے اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کا زمانہ تو کٹ جاتا رہا بیچ میں نئی شریعتوں کے ذریعہ لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ کا زمانہ ایک نہ کٹنے والا، نہ ختم ہونے والا زمانہ تھا جو آج بھی جاری ہے اور کل بھی جاری رہے گا۔ پس اگر درود کے اندر آپ عظمت پیدا کرنا چاہتے ہیں، اگر درود سے حقیقی استفادہ کرنا چاہتے ہیں تو **کـــمـــا** کے لفظ کو نہ بھولیں۔ جب آپ اپنے آپ کو قربانیوں کے لئے پیش کریں گے تو پھر آپ کے درود میں طاقت پیدا ہوگی۔ پھر آپ **کما** کا کما حقہ حق ادا کر رہے ہوں گے ورنہ خالی منہ کی بات رہے گی۔

اس ضمن میں مَیں جماعت کو یہ نصیحت کرنی چاہتا ہوں کہ درود سے بکثرت استفادہ کریں۔ ایک تو اسے سمجھ کر پڑھیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس کی حکمتوں سے واقف ہوں اور جب درود پڑھا کریں تو اپنے آپ کو کسی نہ کسی قربانی پر آمادہ کیا کریں، اس کی تحریض کیا کریں۔ اگر اس طرح آپ درود پڑھیں گے تو حیرت انگیز برکتیں درود کی آپ پر نازل ہونی شروع ہوں گی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا استفادہ کیا ہے درود شریف سے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس کثرت سے بعض زندگی کے زمانوں میں آپؑ نے درود پڑھا ہے اور اس عزم کے ساتھ کہ جس بنا پر میں رسول اکرم ﷺ پر درود بھیج رہا ہوں، آپؐ کی عظمت آپ کی قربانیوں میں تھی، مجھے بھی ویسا ہی عطا ہو۔

چنانچہ آپؑ نے رؤیا میں نظارہ دیکھا کہ فرشتے برکتوں کی مشک لائے ہیں آپ کے لئے اور پھر آپؑ نے نظارہ دیکھا کہ تربوز کی طرح ایک پھل ہے جس میں بے انتہا شہد کی طرح شیریں مادہ ہے نہ ختم ہونے والا اور فرشتے جو آپس میں باتیں کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم ڈھونڈتے ہیں وہ کون ہے جس کو سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ سے عشق ہے اور سب سے زیادہ آپؐ پر درود بھیجنے والا ہے؟ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہی وہ شخص ہے۔ گویا جو کچھ ملا درود کی برکت سے ملا۔ لیکن خالی منہ سے درود پڑھنے کے نتیجہ میں نہیں بلکہ درود پڑھتے ہوئے، اس کی حکمت کو جانتے ہوئے اور اس ارادے کے ساتھ کہ اس درود کے جو تقاضے مجھ پر عائد ہوتے ہیں میں ان کے لئے تیار ہوں۔

پس جب اس طریق پر آپ درود پڑھتے ہیں تو آپ کے اوپر جہاں ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہاں ساتھ ساتھ آپ کے درود کا مقام بھی متعین ہوتا چلا جاتا ہے کہ کس حد تک وہ مقبول ہوگا اور کس حد تک اس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں گی۔ پس پڑھنے والے خواہ کروڑوں اور اربوں ہوں ہر ایک کے درود کا اپنا ایک مقام ہے، اپنا ایک منتہٰی ہے اور ایک جیسا اثر نہیں دکھائے گا۔ بعض لوگ وظیفہ پوچھتے ہیں، اگر ان کو درود بتایا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم ساری رات پڑھتے رہے، کئی کئی مہینے پڑھتے رہے کوئی فرق نہیں پڑا اس لئے کہ وہ خالی تھا، اپنی ایک ذاتی تمنا کی خاطر پڑھا گیا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق کی خاطر نہیں پڑھا گیا اور اگر عشق کی خاطر پڑھا گیا تو اس میں تصور زیادہ پایا جاتا تھا مضمون کی حقیقت کم پائی جاتی تھی اور اگر اس طرح درود پڑھے جائیں گے تو ان کے الگ الگ نتیجے نکلیں گے۔ پس جتنا آپ درود کو اپنی محبت سے بھرتے چلے جائیں گے، جتنا آپ درود کو کــمـا کے مضمون کو سامنے لا کر ذاتی قربانیوں کے عزم سے بھرتے چلے جائیں گے اور اگر ہمت نہیں پائیں گے تو ساتھ ہی یہ دعا کریں گے کہ اے خدا! ہمیں بھی توفیق عطا فرما، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ ۔ آلِ ابراہیم کو بھی تو تو نے ہی توفیق عطا فرمائی تھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل کو بھی تو ہی توفیق عطا فرمائے گا۔ پس ہمیں محبت تو بہت ہے لیکن اس محبت کا حق ادا کرنے کی طاقت کم ہے، گو ہمیں جوش بھی ہے، ولولہ بھی ہے، پیار ہے لیکن اس کو عمل میں ڈھالنے کے لئے جو توفیق ملا کرتی ہے وہ تیرے بغیر مل نہیں سکتی۔

تو جب اس طرح جماعت درود پڑھے گی تو اس کے دو فائدے ہوں گے کم سے کم یعنی دو سمتوں میں اس کے دو واضح فائدے مجھے نظر آتے ہیں جو اپنی ذات میں پھر لامتناہی ہیں۔ اول ایک تو یہ کہ انفرادی طور پر جماعت کے ہر شخص کا تقویٰ اور قربانی کا معیار بڑھنا شروع ہو جائے گا اور بظاہر جماعت اتنی بھی رہے تب بھی ہماری مجموعی طاقت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ ہر فرد کی طاقت بڑھے گی۔ اس کے نتیجے میں کل جماعت کی طاقت اور ہوگی، آج اور ہوگی اور آئندہ کل اور ہوگی کیونکہ ہر شخص میں ایک نئی عظمت پیدا ہوگی اور جماعت کی کایا پلٹنی شروع ہو جائے گی۔ جب تک ایسے افراد کی کثرت نہ ہو جن میں تقویٰ اپنے صحیح مضمون کے ساتھ نہ پایا جاتا ہو، اپنی صحیح شکل میں نہ پایا جاتا ہو اس وقت تک ہماری جماعت کی طاقت کچھ نہیں۔ طاقت کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور درود شریف کے ذریعے تقویٰ کا ایک خاص رنگ آپ کے اوپر جاری ہو جاتا ہے۔ دو باتیں مثلاً جو میں نے بیان کی ہیں۔ یہ تو بڑی وضاحت کے ساتھ آپ کو عطا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک حضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سچی محبت اور پیار اور دوسرے درود شریف کے مفہوم کو سمجھ کر اپنی ذات کو یہ تحریض مسلسل ہر دفعہ درود پڑھنے پر کہ میں بھی کماوالے لوگوں میں شامل کیوں نہ ہوں؟ کیوں نہ میں اپنی قربانی کا کچھ معیار بڑھا دوں؟ ایک تو اس لحاظ سے جماعت کی عظمت اور طاقت میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جائے گا دوسرے دعا مقبول ہونے لگے گی کیونکہ دعا کے لئے جیسا کہ میں نے کل بھی بیان کیا تھا اللہ کی محبت چاہئے اور اللہ کی محبت اگر حقیقی ہو تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ کے محبوب کی محبت دل میں نہ ہو۔ ایک تو یہ طبعی نتیجہ ہے کہ اللہ کی محبت کے نتیجہ میں اللہ سے سچی محبت کرنے والے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی محبت کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ درود شریف میں آنحضرت ﷺ نے ہمیں یہ نکتہ سمجھا دیا کہ جب تم دعا کو طاقت دینا چاہو تو اپنے لئے دعا مانگنے سے پہلے، پہلے درود پڑھ لیا کرو اس سے تمہاری دعاؤں کو تقویت مل جائے گی۔ تو دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی درود کو ضروری قرار دے دیا اور یہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ قرآن کریم آپؐ کو وسیلہ قرار دیتا ہے اور خدا تک پہنچنے کے ہر رستے میں محمدیت کھڑی ہے، روک بننے کے لئے نہیں آپ کو آگے بڑھانے کے لئے، اپنا ہاتھ پکڑانے کے لئے تاکہ مشکل تر مقامات تک آپ کو پہنچا دے جہاں تک آپ خود اپنی انفرادی طاقت سے نہیں پہنچ سکتے۔ یہ مفہوم ہے وسیلہ ہونے کا۔ خالی شفاعت فرضی شفاعت مراد نہیں ہے۔ تو

آنحضرت ﷺ نے ہمیں سمجھایا کہ میں دعاؤں کی قبولیت میں بھی ان معنوں میں وسیلہ ہوں کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو، اس کے نام کی تکبیر کرو تو اس کے بعد پھر مجھے یاد رکھا کرو، مجھ پر درود بھیجا کرو اور خدا کو مجھ سے ایسی محبت ہے اور ایسا پیار ہے کہ اگر تم بھی مجھ سے محبت کرو گے اور پیار کرو گے تو اللہ تم سے محبت اور پیار کرنے لگے گا۔ اگر تم میرے لئے دعائیں مانگو گے تو تمہارے لئے خدا کے فرشتے دعائیں مانگیں گے تمہاری دعائیں اکیلی نہیں رہیں گی بلکہ آسمان پر تمہارے لئے شور پڑ جائے گا کہ اے خدا! تیرے محبوب کے حق میں یہ دعائیں کر رہا ہے تو اس کی دعا قبول فرما، تو ہماری دعائیں اس کے لئے قبول فرما۔ چنانچہ قرآن کریم کھول کر بیان فرماتا ہے کہ خدا کے فرشتے مومنوں پر بھی درود بھیجتے ہیں۔ جہاں یہ فرمایا کہ اللہ کے رسول پر درود بھیجتے ہیں وہاں خدا نے یہ بھی فرمایا کہ مومنوں پر بھی خدا کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ وہ کس وقت بھیجتے ہیں؟ اس وقت بھیجتے ہیں جب صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب: ۵۷) پر مومن عمل کر رہے ہوتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں مشغول ہوتے ہیں اور قرآن ہمیں خبر دیتا ہے کہ یہ کوئی فرضی قصہ نہیں ہے، محض یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے، کوئی تقریر کا بیان نہیں ہے، حقیقت ہے سو فیصدی یقینی جو قرآن نے واضح فرمائی کہ جب خدا کے مومن بندے آنحضرت ﷺ پر درود بھیج رہے ہوتے ہیں تو خدا کے عرش پر اس کے فرشتے مومنوں پر درود بھیج رہے ہوتے ہیں اس سے ایک اور مضمون کا پتہ چلا کہ اللہ کے محبوبوں پر کسی کے احسان کا کوئی قرض نہیں ہوا کرتا۔

اگر چہ درود کا آغاز اس بات سے ہوا تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے محسن ہیں اور لامتناہی احسانات آپؐ نے ہم پر کئے ہیں۔ خدا کے محبوب ہیں اس لئے ہمیں ان سے محبت ہے کہ ہم خدا سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہوا تھا کہ آپؐ نے ہمیں قربانیاں سکھائیں، قربانیوں کی عظمتیں عطا کیں، ایسی قربانیاں عطا فرمائیں جو مقبول قربانیاں ہیں لیکن پھر بھی کسی کے نفس میں انانیت کا یہ کیڑا آسکتا تھا۔ بہر حال میری طرف سے کچھ فیض حضور اکرم ﷺ تک پہنچا ہے، میں نے بھی تو دعا کی ہے، میری دعاؤں کو بھی تو خدا نے قبول کیا ہوگا ورنہ مجھے کیوں حکم ہوتا دعا کرنے کا، تو اس نفس کے کیڑے کو کلیۃً کچلنے کے لئے اس کثرت سے خدا کے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں کہ جتنا درود اس نے محمد رسول اللہ ﷺ پر بھیجا تھا، اس سے ہزاروں لاکھوں گنا اس کو عطا ہو جاتا ہے انعام کے طور پر اور ہمیشہ انسان

مزید اور مزید اور مزید محمد رسول اللہ ﷺ کا زیر احسان ہوتا چلا جاتا ہے۔ ناممکن ہے کہ ساری دنیا مل کر ہمیشہ بھی درود آپؐ پر بھیجے تو ایک ذرہ بھی احسان حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر کر سکے۔ وہ ساری کوششیں آسمان سے باران رحمت بن کے اس پر برستی ہیں اور نقد نقد ادائیگی ہوتی چلی جاتی ہے۔ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ کا ایک یہ بھی مضمون ہے کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ اس طرح ہم محسنوں کو جزا دیا کرتے ہیں کہ ان کی ہر نیکی کا فوراً بدلہ عطا کر دیتے ہیں اور نہ اللہ پر بندوں کا کوئی احسان چڑھ سکتا ہے، نہ اس کے پیاروں پر بندے کا کوئی احسان چڑھ سکتا ہے۔ پس اس زمانے میں جو ہمارے لئے ایک خاص ابتلاؤں کا زمانہ ہے اور قربانیوں کا زمانہ ہے، درود شریف کا مضمون اس زمانے سے اتنا گہرا تعلق رکھتا ہے کہ اس سے استفادہ نہ کرنا اور خشک دل سے ان قربانیوں سے گزر جانا بڑی سخت محرومی ہوگی۔ میں نے تو اپنا یہ ہمیشہ سے لازمہ پکڑا ہوا ہے کہ کبھی بھی دعا بغیر درود کے نہیں کرتا۔ پہلے درود پڑھتا ہوں خدا کی تحمید کے بعد اور تسبیح کے بعد یقیناً کیونکہ جو اول ہے وہ بہر حال اول ہے۔ اولیت اللہ اور اس کی محبت کو ہے۔ اس کے نتیجے میں پھر ساری محبتیں پھوٹتی ہیں، سارے مرتبے پیدا ہوتے ہیں اور یہی آنحضرت ﷺ نے ہمیں خود سکھایا ہے۔ وہی ابن عباسؓ جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان کے متعلق روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ان کو خود سکھایا کہ اس طرح دعا کیا کرتے ہیں۔ پہلے خدا کی حمد کرو، اس کی تسبیح کرو، اس کی تکبیر کرو اور پھر مجھ پر درود بھیجو پھر تم دوسری دعائیں کرو۔ پھر دیکھنا کہ وہ دعائیں کتنی مقبول ہوتی ہیں اور پھر ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس بچے کو اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا مسجد میں کہ وہ اس نصیحت پر عمل کر رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا چہرہ بشاشت سے تمتما اٹھا۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے یہ ہے طریق دعا کا۔

آپ بھی اپنی دعاؤں کو مقبول بنانے کے لئے مزید طاقت دینے کے لئے حضور اکرم ﷺ کے اس طریق پر عمل کریں۔ تو یہ قربانیاں جو بھی رنگ دکھا رہی ہیں ان کو چوکھا رنگ چڑھ جائے گا۔ اتنے حیرت انگیز نتائج ان کے ظاہر ہوں گے کہ آپ کی عقلیں دنگ رہ جائیں گی کہ ہم تو وہم بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قربانیوں کو قبول فرما کر اتنے احسان فرما سکتا ہے۔ اس کے احسانات کا سلسلہ تو لامتناہی ہے اور پھر وہ آخرین آپ کے لئے پیدا ہوں گے جو آپ پر سلام بھیجا کریں گے۔ وہ

آخرین آپ کو بھی عطا ہوں گے جو آپ پر درود بھیجا کریں گے ایک لامتناہی سلسلہ ہے نعمتوں کا جوان قربانیوں سے آپ حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے توفیق عطا فرمائے کہ یہ دور ایسا عظمتوں کا دور ہو کہ مذہب کے آسمان پر ایک کہکشاں بن جائے چمکتی ہوئی جس رستہ سے گزر کر پھر آئندہ بھی لوگ بلندی تک پہنچا کریں۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

اب دعا کر لیجئے اور دعا میں اپنے قربانی کرنے والے بھائیوں کو خصوصیت سے یاد رکھیں۔ اسلام کی عظمت کے لئے تو ہر احمدی ہر وقت دعا گو رہتا ہے۔ ان مسلمانوں کے لئے بھی دعا کریں جو لاعلمی میں محض لاعلمی میں بظاہر اسلام کی محبت میں ایسی حرکتیں کر رہے ہیں جو اسلام کے او پر داغ ڈال رہی ہیں اور شرم آتی ہے ان حرکتوں کو دیکھ کر۔ غیر ان کو دیکھ کر اسلام سے متنفر ہو کر دور بھاگنے لگتے ہیں تو ان بھائیوں کے لئے بھی دعا کریں۔

ع کاخر کنند دعویٔ حبّ پیمبرم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ

ع اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعویٔ حبّ پیمبرم

اے میرے دل گالیاں سنتا ہے یہ بھی تو دیکھ کہ

ع کاخر کنند دعویٔ حبّ پیمبرم

کہ آخر میرے ہی محبوب پیغمبرؐ کی محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں تو نہیں جو کھلم کھلا انکار کر رہے ہیں اور کھلم کھلا رسول اکرم ﷺ کو گالیاں دینے والے ہیں۔ تو یہ بھی ایک مرتبہ ہے اس لئے اپنے مسلمان بھائیوں کی ہدایت کے لئے بہت دعا کریں کثرت کے ساتھ اور جیسا کہ میں نے طریق بیان کیا ہے جب آپ درود کثرت سے پڑھیں گے اول تو اسی میں دعا آجائے گی۔ یہ دعا کریں کہ آلِھم میں شامل کر لے ان کو اور پھر الگ بھی دعا کریں۔ اپنے شہداء کے لئے دعا کریں، شہداء کے بچوں کے لئے، ان کے عزیزوں کے لئے اور ساری جماعت کے لئے عمومی طور پر کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہمارا ہر قدم کئی کئی منزلیں ہر روز آگے بڑھے۔ آمین۔